AL-'ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(January-June 2023), 4:1(49-70)

معراجِ مصطفیٰ ﷺ: کتاب الشفا کا اختصاصی مطالعہ

اعجاز انجم
ایم فل سکالر، ہزارہ یونی ورسٹی، مانسہرہ

The Ascension of Mustafā (peace be upon him): A Case Study of *Kitāb 'l-Shifā*

Ejaz Anjum[1]
MPhil Scholar, Hazara University Mansehra

Keywords:
Sīrah, Ascension, *Rights*, *Kitāb 'l-Shifā*, *Journey*

Abstract: *Allah Almighty gave the honor to his last Prophet Muhammad (peace be on him) that after granting prophethood. Allah called him at 'Arsh-e-Mu'la which is a great chapter of his life was established. The believers will continue to be blessed with the blessings of the meeting with his Lord and Lord of the universe. The dialogue in the ascension will always be repeated in the form of tashud of Salāh. But its nature is different for everyone. The first difference between dreams and waking is whether this happiness was achieved in the state of a dream or in the waking with the presence of the holy Prophet (peace be on him). There is more than one opinion on the date of the ascension event. Along with this, there is also a conflict regarding the attitude towards Allah. Shibli has discussed the origin of this incident in* ***Sīrat 'l-Nabī****. The same type of argument is found in* ***Kitāb 'l Shifā Bet'arīf-e Huqūq-e Mustafā*** *by Qadī 'Ayyad Malikī (544 AH). Comparative study of the same conflict of this event and bringing out the true picture in the light of "Kitāb 'l-Shifā" is the subject of this study.*

Ejaz Anjum (2023), The Ascension of Mustafa (peace be upon him): A Case Study of Kitāb 'l-Shifā, Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies, 4(1)

[1] Corresponding author Email: ajazanjum060@gmail.com

تمہید

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ نبوت عطا کرنے کے بعد آپ ﷺ کو عرشِ معلیٰ پہ بلایا اور سیرت کا ایک عظیم باب مرتب ہوا۔ ربِ کائنات اور رسولِ خدا ﷺ کی ملاقات کی برکتوں سے مومنین و مومنات روزِ محشر و مابعد بہرہ مند ہوتے رہیں گے۔ معراج میں ہونے والے مکالمے کو تشہد کی صورت میں ہمیشہ دہرایا جاتا رہے گا۔ معراج کا واقعہ باعتبار معجزہ تمام مکاتبِ فکر کے ہاں یکساں قدر و منزلت کا حامل ہے۔ مگر اس کی نوعیت ہر ایک کے ہاں مختلف ہے۔ سب سے پہلا اختلاف خواب اور بیداری ہے کہ یہ سعادت خواب کی حالت میں نصیب ہوئی یا بیداری میں وجودِ مسعود کے ساتھ آپ ﷺ آسمانوں پہ تشریف لے گئے۔ معراج کا واقعہ کب پیش آیا سن واقعہ میں بھی ایک سے زیادہ آراء موجود ہیں۔ اس کے ساتھ رویتِ باری تعالیٰ پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے "سیرت النبی ﷺ" میں اس واقعہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی طرز کا استدلال **حافظ امام قاضی عیاض مالکیؒ** (م544ھ) کے ہاں **"کتاب الشفاء بتعریفِ حقوقِ مصطفیٰ ﷺ"** میں پایا جاتا ہے۔ واقعہ کے انہی اختلافی نکات کے تقابلی مطالعے اور "کتاب الشفاء" کی روشنی میں حقیقتِ واقعہ کو سامنے لانا پیشِ نظر مقالہ کا کی اصل غرض وغایت ہے۔

معراج النبی ﷺ اللہ تعالی کی جانب سے عطا کردہ وہ معجزہ ہے جس کی عظمت تمام تر معجزات سے فائق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی اور عرشِ معلیٰ پر بلا کر یہ ظاہر کر دیا کہ اگر الرفیق الاعلیٰ کے درجے پہ کوئی فائز ہو سکتا ہے تو وہ حبیبِ کبریا ﷺ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معراج کے ذریعے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک آنے والی انسانی نسل پر ہی عیاں نہیں کیا بلکہ جن و ملائکہ کو بھی باور کروا دیا کہ مقامِ محمود کا جو وعدہ اس نے اپنے حبیب ﷺ سے کیا تھا وہ حیاتِ محمدی ﷺ میں ہی سچ ثابت کر دکھایا اور ورفعنا لك ذكرك کا انعام جو عطا کیا اس کی عملی صورت بھی کھلی آنکھوں سے دکھا دی۔ جس مقام سے آگے ملائکہ کے سردار بھی ایک قدم آگے اٹھانے کی سکت نہیں رکھتے اللہ کا محبوب وہاں سے آگے تنہا سفر کرتا ہے۔ یہی محمدی عظمت ہے جو معراج سے عیاں ہوتی ہے۔ معراجِ مصطفیٰ بالیقین مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا تعین ہے مگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے مخلوقاتِ ارضی و سماوی میں انسان کو جو شرف عطا کیا ہے اس کا عملی نمونہ بھی اسی معراج سے عیاں کر دیا۔

معراج کا انکار دراصل معجزے کا انکار ہے اور معجزے کا انکار انسان کو اسلام کے دائرہ سے بے دخل کر سکتا ہے۔ البتہ معراج اور اسراء کے بیان کرنے میں اختلافات موجود ہیں۔ حرم سے اقصیٰ اور اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کا یہ سفر دو ناموں اسرا اور معراج سے موسوم ہے۔ قران کریم میں اسرا اور احادیثِ مبارکہ میں معراج کا بیان ملتا ہے۔ مختلف روایات نے اسرا و معراج کی تفاصیل میں کچھ ابہامات پیدا کر دیے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ پر لکھی جانے والے کتب میں ان تعارضات کو بیان گیا کیا ہے اور اس پر مفسرین و مجتہدین نے اپنے اپنے انداز سے ان تعارضات کو رفع بھی کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکیؒ محقق و سیرت نگاروں میں منفرد مقام کے حامل ہیں۔ ان کی تصنیف **"كتاب الشفا بتعريفِ حقوقِ مصطفىٰ ﷺ"** سیرتِ رسول عربی ﷺ پر لکھی جانے والی کتابوں میں شامل ہے۔ پیشِ نظر مقالہ اسی کتاب میں موجود واقعۂ معراج کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ ہے۔

واقعۂ معراج کا تعلق چونکہ مسلمان کے عقائد سے ہے اس لیے اس واقعے کی صحیح اور منطق ترتیب و تفصیل سے ہر ایک کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔ وہ تعارضات جو مختلف اجزاء کی تفصیلات پیش ہونے کی وجہ سے اصل واقعے میں آ چکے ہیں ان کا فیصلہ کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس وقت سیرتِ رسول ﷺ پر بیسیوں کتب احاطۂ تحریر میں آ چکی ہیں جن میں **کتاب الشفا** ایک مستند کتاب ہے۔ **کتاب الشفا** کے آئینے میں واقعۂ معراج میں موجود اختلافات کا رفع کرنا اور خالص واقعہ منظر عام پر لانا تحقیق کا مقصد ہے۔ کتاب الشفا میں پیش کردہ حقائق کو روایات کی صحت پر جانچنا اور دیگر کتبِ سیرت سے ان کا تقابل کر کے مصنف کے تحقیقی معیار کا تعین کرنا پیشِ نظر مقالے کا مقصد تحریر ہے۔ اس تحقیق میں درج ذیل سوالت کے جوابات دیے جائیں گے۔

- معراج کا واقعہ کب پیش آیا؟
- معراج جسمانی تھی یا روحانی؟
- معراج ایک بار ہوئی یا متعدد بار؟
- رویت باری تعالیٰ ہوئی یا نہیں؟
- تمام سوالات کے متعلق قاضی عیاض مالکی کی کیا رائے ہے؟

طریقِ تحقیق

تحقیق کا طریقِ کار دستاویزی اور تاریخی ہے۔ تنقیدی و توضیحی انداز سے موضوع کو تکمیلی شکل دی گئی ہے۔ زیادہ توجہ **کتاب الشفا** اور ان عبارتوں پر مرکوز رہی ہے جن سے واقعہ معراج پر منطقی استدلال کیا گیا ہے۔ شاملِ تحقیق نکات کا توضیحی جائزہ لیا گیا ہے، اس تحقیق میں بنیادی حیثیت القرآن الحکیم کو حاصل ہے اور پھر احادیثِ مبارکہ کی کتب سے حتی المقدور استفادہ کیا گیا ہے جبکہ اختصاصی مطالعہ کتاب الشفا کا مقصود ہے۔

تحدید

اسراء و معراج ایک بڑا موضوع ہے جو کہ ایک مضمون میں نہیں سما سکتا۔ اس لیے پیشِ نظر مقالہ میں فقط **کتاب الشفا** کو ہی مدِ نظر رکھا ہے معراج کے حوالے سے اس میں شامل عناصر کا ہی تجزیاتی و تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

اسراء و معراج: مفہوم اور غرض و غایت

اسراء و معراج کا موضوع قرآنِ مجید کے دو مختلف مقامات سے وجود پاتا ہے۔ سورۂ اسرا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سُبحانَ الَّذي أَسرىٰ بِعَبدِهِ لَيلًا مِنَ المَسجِدِ الحَرامِ إِلَى المَسجِدِ الأَقصَى﴾[1]

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔)

آیتِ کریمہ میں آیا لفظ "اسرا" ایسا تفصیل طلب موضوع رہا کہ کتبِ تفسیر میں لاتعداد مقامات پر ائمہ و مجتہدین نے حتی المقدور اس پر کلام کیا۔ دوسرا مقام قرآنِ مجید میں سورۂ نجم ہے جس کے آغاز سے ہی ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾[2] (تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ راستہ بھولے نہ بھٹکے ہیں) ذہنِ انسانی اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ کون رفیق اور کون سا راستہ کہ جس پر نہ بھولا گیا اور نہ بھٹکا گیا؟ آگے چل کر آیت ۶ سے ۱۳ تک اسی نکتے کی وضاحت اور پیش آنے والے معاملات ہیں۔ آیت ۱۴ میں جس مقام کا ذکر آیا ہے یعنی "سدرۃ المنتہٰی" اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سفر لامکانی سفر ہے اور عالمِ بالا کے اسرار سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ علماء نے پہلے سفر کو اسراء اور دوسرے کو معراج کا

1- القرآن، 1:17۔

2- القرآن، 2:53۔

نام دیا۔ دراصل قرآنِ مجید میں یہ دو مقامات دو تلمیحات ہیں جو اس عظیم واقعہ کی جانب اشارہ کر رہی ہیں جو نبیِ کریم حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے معجزات میں سے ایک منفرد معجزہ ہے۔ تاریخ میں اسے واقعۂ معراج کہا گیا ہے۔

"اسرا" عربی الاصل لفظ ہے جس کا مادہ "س ر ی" ہے اور یہ بابِ افعال سے صدر ہے۔ اَسرَی یُسرِی اِسراءً۔ جس کے معنی ہیں "رات کو چلنا"[3] اَللُّؤ لُؤُ المَکنُون سیرت انسائیکلوپیڈیا میں اِسراءً کے معنی رات کے وقت چلانا یا لے جانا کے آئے ہیں۔ معراج عَرَجَ یَعرِجُ عُرُوجاً سے اسمِ آلہ ہے۔ جس کے معنی ہیں چڑھنے کا آلہ یا سیڑھی وغیرہ۔[4] سیرتِ رسول ﷺ کا یہ ایک عظیم واقعہ ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اک حصے میں اللہ کے رسول ﷺ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفر کرتے ہیں جس کی طرف قرآنِ کریم نے سورۂ اسرا میں اشارہ کر دیا۔ سفر کا دوسرا حصہ مسجدِ اقصیٰ سے عرشِ معلیٰ تک کا ہے جس پر قرآنِ کریم کی سورۂ نجم کی متعدد آیات دلالت پیش کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے ذریعے عالمِ دنیا کے تمام انسانوں کو بتارہا ہے کہ اس نے معجزاتی طور پر اپنے آخری رسول ﷺ معراج کروائی اور آسمانوں پر بلا کر فضیلت عطا کی۔ اصل واقعہ مختلف روایتوں میں نقل ہے۔ مختلف حالات و واقعات کے بیان کے ساتھ اصل واقعہ کچھ مبہم عناصر بھی رکھتا ہے۔ تمام تر تعارض کے باوجود جو مشترک حقیقت ملتی ہے وہ معراج کی غرض وغایت ہے۔ سیرت انسائیکلوپیڈیا میں یہ غایت یوں بیان ہوئی ہے:

> "سفر معراج کی غرض وغایت یہ تھی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو بعض حقائق کا عینی مشاہدہ کروانا چاہتا تھا۔ یہ سفر دراصل وحی کی ایک مخصوص کیفیت کا آئینہ دار تھا"۔[5]

روایات میں وہ حقائق بہ تفصیل بیان ہوئے ہیں جن کا عینی شاہد حضرت محمد ﷺ کو بنانا مقصود تھا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لحد میں محوِ صلاۃ ہیں۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا، آسمانوں پر مخصوص انبیا علیہم السلام سے ملاقات ہونا، سدرۃ المنتہیٰ تک جانا، قلم کے چلنے کی آواز، جبرئیلؑ کو اصل حالت میں دیکھنا، وحی کے اترنے اور پیغامات کے اوپر جانے کی کیفیت دیکھنا، جنت و دوزخ کے حالات و واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھنا، یہ سب وہ حقائق ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو دکھانا چاہتا تھا۔ یہی سفر معراج کی غایت ٹھہری۔

3- مولانا وحید الزمان قاسمی، **القاموس الجدید** (لاہور: ادارہ اسلامیات، جون 2001ء)، 319۔

4- محسن فارانی و دیگر، **اَللُّؤلُؤ المکنُون سیرت انسائیکلوپیڈیا** (ریاض: مکتبہ دار السلام، 1433ھ)، 32:4۔

5- نفس مرجع۔

مختلف روایات میں مختلف حالات و واقعات کے آنے سے واقعۂ معراج کی تفصیل بیان ہونے میں چند اشکالات واقع ہوئے۔ یہ ابہام اس حوالے سے ہے کہ واقعہ کب پیش آیا؟ کس کیفیت میں پیش آیا؟ اور رویت سے سر فراز کیا گیا یا نہیں؟ ہر متضاد پہلو کے حوالے سے دو مختلف گروہ سامنے آتے ہیں اور دونوں کے دلائل ایسی روایات پر مبنی ہیں کہ راویوں کے مقام و مرتبے پر جا کر فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ بہ ایں ہمہ حقیقتِ واقعہ جو جمہور کی نظر میں ہے اس کا جائزہ "کتاب الشفا بتعریف حقوقِ مصطفیٰ ﷺ" مؤلفہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمتہ اللہ علیہ، ترجمہ مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

واقعۂ معراج کی حقیقت کتاب الشفاء بتعریفِ حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں

واقعۂ معراج کئی طرح سے بیان ہوا ہے۔ سیرت انسائیکلوپیڈیا کی رو سے محدثینِ کرام و مفسرین نے کم و بیش ۴۵ صحابہ اکرام کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں جن سے واقعۂ معراج مروی ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے جو راوی ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں: انس بن مالکؓ، عمر بن خطابؓ، علی المرتضیٰؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ابوزر غفاریؓ، مالک بن صعصعہؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعیدؓ، ابنِ عباسؓ، شداد بن اوسؓ، ابی بن کعبؓ، عبد الرحمٰن بن قرطؓ، ابو حبہ انصاریؓ، ابنِ لیلیٰ انصاریؓ، عبد الرحمٰن بن عمروؓ، جابر بن عبد اللہؓ، حذیفہ بن یمانؓ، بریدہؓ، ابو ایوبؓ انصاری، ابو امامہؓ سمرہ بن جندبؓ، ابو حمراؓ، صہیب رومیؓ، امِ ہانیؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اسماؓ۔[6] کچھ اسمائے گرامی بیشتر روایات میں سند کے طور پر آتے ہیں۔ جیسا کہ **صحیح بخاری** کی روایت کے مطابق ھدبہ بن خالد نے حمام سے، ہمام نے سعد بن ابی عربہ اور ہشام دستوئی سے، انھوں نے قتادہؓ سے اور قتادہؓ نے انس بن مالکؓ سے اور انس بن مالکؓ نے مالک بن صعصعہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ اس طرح انس بن مالکؓ، مالک بن صعصہؓ اور قتادہؓ ایک ہی روایت کے روای ٹھہرے۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے انس بن مالکؓ کی روایت کو ہی معتبر جانتے ہوئے اپنی تحریر کا حصہ بنایا اور واقعہ بیان کیا:

> "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا۔ جو سفید رنگ کا جانور گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ وہ اتنا تیز جانور ہے کہ جتنی دور ایک عام انسان کی نظر پہنچتی ہے اتنے فاصلے پر اس کا ایک قدم پڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس گیا اور اسی پتھر کے ساتھ براق باندھا جس کے ساتھ دیگر انبیا اکرام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور مسجد

6- محسن فارانی، نفس مصدر 33:4۔

سے باہر آیا تو جبرئیلؑ کہنے لگے: یارسول اللہ آپؐ نے فطرت کو اختیار کیا۔ اس کے بعد ہمیں لے کر آسمان تک پہنچے۔ جبرائیلؑ نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا: میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا میرے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مزید پوچھا کہ انھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہیں حضرت آدمؑ بھی تشریف فرما ہیں۔ انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعائیں دیں۔ اس کے بعد براق ہمیں دوسرے آسمان پر لے گیا۔ جبرائیلؑ نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو آواز آئی: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مزید پوچھا کہ انھیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ وہاں تشریف فرما تھے۔ ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعائیں دیں۔[7]

واقعہ یوں ہی بہ تسلسل آگے بڑھتا ہے کہ تیسرے آسمان پہ حضرت یوسفؑ اور چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ تشریف فرما تھے اور یہاں ارشادِ ربانی ہوا: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾[8] (اور اس کو ہم نے بلند مکان پر اٹھالیا)۔ پانچویں آسمان پر حسبِ سابق سوال و جواب ہوئے اور دروازہ کھلا۔ یہاں ہارونؑ جلوہ افروز تھے۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر بھی حسبِ سابق معاملہ پیش آیا۔ دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام جلوہ افروز ہیں اور بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی ہے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جو ایک بار داخل ہو جائے پھر کبھی اس کی باری نہیں آتی۔[9]

روایت آگے بڑھتی ہے کہ پھر براق مجھے سدرۃ المنتہٰی تک لے گیا۔ جس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے ہیں اور پھل اتنے بڑے بڑے جیسے مٹکے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم نے ڈھانپ رکھا ہے۔ مخلوق کی کیا مجال کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ یہاں مجھ پر اللہ تعالیٰ نے جو چاہی وحی فرمائی اور روزانہ پچاس نمازیں فرض فرما دیں۔ جب میں فارغ ہو کر واپس آیا تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئے۔ پچاس نمازوں کا سن کر انھوں نے مجھے واپس تخفیف کے لیے بھیجا۔ اس لیے کہ وہ بنی اسرائیل میں یہ بات آزما چکے تھے۔ یہ تخفیف بار بار ہوئی حتیٰ کہ

7- قاضی عیاض، نفس مصدر، 269-270۔

8- القرآن، 57:19۔

9- قاضی عیاض، نفس مصدر، 270۔

پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپؐ کی امت پر روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے یہ اگرچہ گنتی میں پانچ نمازیں ہوں گی لیکن ان کا ثواب اتنا دوں گا جتنا پچاس نمازوں کا ہوتا ہے۔[10]

بمطابق **کتاب الشفا**، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں آتا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام انبیاء کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی بیان کی کہ سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے مجھے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا ہوا اور مجھ پر قرآنِ کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ میری امت کو بہتر اور معتدل بنایا اور میری امت ہی اول و آخر ہے۔ اس نے میرا سینہ کھولا اور میرا بوجھ مجھ سے دور کیا۔ میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتح اور آخری نبی بنایا۔ یہ خطبہ سماعت فرما کر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اس سے تو یہی واضح ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہم سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا۔[11] سدرۃ المنتہیٰ تک روایات میں واضح آتا ہے۔ یہاں سے آئے خداوندِ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو ہی معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ فرشتوں کو یہیں سے ہی احکامات ملتے ہیں۔ فرشتوں کا علم بھی یہاں سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔[12]

یہ واقعہ قاضی عیاض مالکیؒ نے مختلف روایتوں کے منطقی ربط سے پیش کیا ہے۔ ایک عنصر جو دیگر روایات میں پایا جاتا ہے اور یہاں نہیں ہے وہ یہ کہ حضرت جبرائیلؑ جب آپ ﷺ کو لینے آئے تو ان کے پاس ایمان و حکمت سے بھرا سونے کا طشت تھا۔ انھوں نے سینۂ اقدس چاک کیا۔ زم زم سے دھویا اور طشت دل میں انڈیل کر سینہ برابر کر لیا۔ یہ روایت بھی حضرت انسؓ کے ہاں ملتی ہے۔[13]

مجموعی طور پر مکمل واقعہ شقِ صدر سے آغاز پاتا ہے اور صبح حرم میں ہی بیدار ہونے پر منتج ہوتا ہے۔ آسمان پر لے جانے سے قبل سینۂ اقدس کا چاک کیا جانا اور ایمان و حکمت سے دل کو معمور کرنا اور پھر بیت المقدس تک لے جانا جہاں آپ ﷺ امام الانبیاء کے عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی جاتی ہے۔ اس تمام سفر میں آپ ﷺ نے اللہ کی عظیم نشانیوں کو دیکھا۔ معراج کی یہی غرض و غایت تھی کہ ربِ کائنات

10- نفس مصدر 271۔

11- نفس مصدر 275۔

12- نفس مصدر 281-282۔

13- نفس مصدر 273۔

اپنے حبیب ﷺ کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائے۔ علاوہ بر ایں علامہ اقبالؒ کے والدِ مرحوم شیخ نور محمد کا ایک بیانیہ **"اقبال اور قرآن"** میں نقل ہوا ہے جس سے سفر معراج کی حقیقت اور کھل کر سامنے آتی ہے۔ کہتے ہیں:

"انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے حضرت محمد ﷺ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد ﷺ کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا تکمیل محمد ﷺ کے کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کی محمد ﷺ مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمد ﷺ موجود ہے"۔[14]

اس بیانیے پر غور کیا جائے تو معراج کی غرض و غایت فقط نشانیوں کا مشاہدہ ہی نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو بڑھانا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾[15]

(اور اے محبوب! ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا۔)

حبیبِ کبریا ﷺ کی شان عظیم تو تھی ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس عرش پر بلا کر ساری انسانیت کا مقام واضح کر دیا کہ بشر اللہ کے نزدیک کیا مقام رکھتا ہے۔ جہاں فرشوں کا سردار جبرائیلؑ بھی کہتا ہے کہ آگے ایک قدم بھی رکھا تو جل جاوں گا۔ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ یہ شرف بخش رہا ہے اور اگر یہ فضلیت عطا نہ ہوتی تو تکمیلِ محمد ﷺ نہ ہو پاتی۔ اگر مقصود فقط وحی تھا تو وحی تو دنیا میں ہی آتی تھی، پھر معراج کروانا کیا معنی رکھتا ہے۔ عرش پر بلا کر تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ ﷺ کا مرتبہ اور شان بلند کرنا ہی مقصدِ معراج ٹھہرا۔ اب واقعہ نقل ہو چکا اور معراج کی غرض و غایت بیان ہو گئی تو آیئے دیکھتے ہیں واقعۂ معراج کے بیان میں تعارض کی نوع اور حد کا ہے۔

واقعۂ معراج اور تعارض بین الروایہ

بین السطور یہ بات گزر چکی کہ واقعۂ معراج کی روایات میں اختلاف موجود ہے۔ یہ اختلاف اس قدر خفیف بھی نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ سب سے پہلا اختلاف یہ سامنے آتا ہے کہ معراج کب پیش آئی اور کتنی بار

14- ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان (م 2005ء)، **اقبال اور قرآن** (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، طبع چہارم 1998ء)، 11۔

15- القرآن، 4:94۔

ہوئی؟ پھر یہ کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ پھر یہ کہ رویت باری ہوئی کہ نہیں؟ سینہ مبارک چاک کیا گیا کہ نہیں؟ ایک ایک کر کے ان تعارضات کو بیان کیا جاتا ہے۔

- **معراج کی تاریخ وتعدد**

معراج کا واقعہ پیش آنے پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ **اللولو المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا** میں معراج پر تین مختلف آراء کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل پیش آیا۔

۲۔ اسراء و معراج ہجرت سے 16 ماہ پہلے ہوا۔

۳۔ ہجرتِ مدینہ اور اسراء و معراج کے درمیان ایک سال دو ماہ کی مدت کا فاصلہ ہے۔[16]

ناقل نے پہلی رائے کو ہی معتبر جانا ہے۔ الرحیق المختوم میں وقوعِ معراج پر چھے مختلف آراء کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ جس سال آپ ﷺ کو نبوت دی گئی اسی سال معراج بھی واقع ہوئی۔ (یہ طبری کا قول ہے)

۲۔ نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی۔ (اسے امام نوی اور امام قرطبی نے راجح قرار دیا ہے)

۳۔ نبوت کے دسویں سال 27 رجب کو ہوئی۔ (اسے علامہ منصور نے اختیار کیا ہے)

۴۔ ہجرت سے سولہ مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال ماہِ رمضان میں ہوئی۔

۵۔ ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرھویں سال محرم میں ہوئی۔

۶۔ ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرھویں سال ماہِ ربیع الاول میں ہوئی۔[17]

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری یہ عندیہ دیتے ہیں کہ پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں مانے جا سکتے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات نمازِ پنجگانہ کے فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی اور معلوم ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہِ رمضان میں ہوئی تھی لہذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہوگا۔ باقی رہے آخری تین اقوال، ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لیے کوئی

16- محسن فارانی، نفس مرجع 4:40۔

17- صفی الرحمٰن مبارکپوری (م 2006)، **الرحیق المختوم** (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، س ن)، 197۔

دلیل نہیں مل سکی۔ البتہ سورۂ اسراء کے سیاق سے اندازا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔[18] اگر علامہ شبلی و سلیمان ندوی کی طرف رجوع کر لیا جائے تو **سیرت النبی ﷺ** میں ایک طویل بحث ملتی ہے۔ مہینہ اور مدت کے تعین میں شبلیؒ نے دقیق نظری کا ثبوت دیا ہے۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری اور ان کے ہاں مشترکہ طور پر پانچ سال والی رائے ناقابلِ قبول ٹھہرائی گئی ہے اور دونوں کا ایک ہی طرز کا استدلال ہے۔ مہینے اور سن کے تعین میں فاضل محقق نے قدیم راویوں کی اصل تصریحات کی طرف رجوع کر کے آراء کو ایک جدول کی صورت میں یوں پیش کیا ہے:

نام راوی	روایت	کیفیتِ سند
(۱) ابنِ سعد، بواسطہ واقدی احضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، وام سلمہ وعائشہ وابنِ عباس وام ہانی رضی اللہ عنہم	۱۷ ربیع الاول، ہجرت سے ایک سال قبل	ابنِ سعد نے یہ روایت متعدد مسلسل طریقوں سے صحابہ سے نقل کی ہے۔
(۲) موسیٰ بن عقبہ، بواسطہ زہری	ہجرت سے ایک سال قبل	موسیٰ بن عقبہ کی سیرت معتبر ترین کتبِ سیرت ہے
(۳) زہری بواسطہ سعید ابنِ مسیب	=	=
(۴) عروہ بن زہرہ از حضرت عائشہؓ	=	=
(۵) قتادہ	=	=
(۶) مقاتل	=	یہ تابعی ہیں
(۷) ابنِ جریج	=	=
(۸) ابراہیم بن اسحاق الحربی	۲۷ ربیع الآخر ہجرت سے ایک سال پہلے	=
(۹) مسلم بن قتیبہ	ہجرت سے ۱۸ ماہ پیشتر	یہ مورخ ہیں
(۱۰) عمرو بن شعیب از حضرت عمرو بن العاصؓ	۱۷ ربیع الاول ہجرت سے ایک سال پہلے	=
(۱۱) سدی	ہجرت سے ۱۷ یا ۱۶ مہینے پیشتر	سدی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے

متاخرین نے امام زہری کے انتساب سے دو مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ ایک ہجرت سے پانچ سال قبل اور دوسرا بعثت کے پانچ سال بعد۔ پہلے قول کے ناقل علامہ ابنِ حجر (فتح الباری) ہیں اور ان کا بیان ہے کہ قاضی عیاض اور امام نوی

18- نفس مرجع۔

شارحین صحیح مسلم اس کے موید ہیں لیکن امام نوی کی **شرح صحیح مسلم** اور قسطلانی کی **سیرت مواہب الدنیا** میں دوسرا قول منقول ہے۔[19] ایک طویل بحث کے بعد فاضل محقق ایک عجیب و غریب فیصلہ صادر کرتے ہیں:

> "ابتدائی راویوں کی کثیر جماعت جن میں بعض نہایت معتبر اور ثقہ ہیں، اسی جانب ہے کہ یہ ہجرت یعنی ربیع الاول سنہ ۱ھ سے ڈیڑھ سال پہلے تک کا واقعہ ہے... آگے چل کر ہم بتائیں گے کہ ہمارے نزدیک قرآنِ مجید سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ معراج اور ہجرت کے بیچ کوئی زمانی حائل نہ تھا۔ بلکہ معراج در حقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا"۔[20]

یہ اور بات ہے کہ انھوں نے آگے جا کر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ معراج اور ہجرت کے بیچ کوئی زمانہ حائل نہیں ہے۔ جیسا کہ بیانیے کے آغاز میں ابتدائی راویوں کا معتبر اور ثقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ جمہور کے فیصلے کو ہی مانا جائے گا۔

واقعۂ معراج کب پیش آیا؟ اس کی روایتوں میں اختلاف اس وجہ سے در آیا کہ اعلان نبوت سے قبل اور کچھ عرصہ بعد تک عرب میں تاریخ کا کوئی خاص رواج نہیں تھا۔ اس کی واضح دلیل ولادتِ مصطفیٰ ﷺ میں پایا جانے والا اختلاف ہے۔ واقعہ معراج میں دوسرا اختلاف اس بات پر پایا جاتا ہے کہ معراج ایک بار ہوئی یا متعدد بار۔ گو کہ دونوں طرف خاصے مباحث ملتے ہیں مگر جمہور کا فیصلہ ہے کہ معجزے کے طور پر جو معراج کرائی گئی وہ ایک ہی بار ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے اسراء کو الگ اور معراج کو الگ گردانا۔ اس لیے کہ قرآنِ مجید میں اسراء کا حوالہ ملتا ہے اور احادیثِ نبوی ﷺ میں معراج کا ذکر آتا ہے۔ اس میں مغالطہ کھا کر بعض حضرات نے دونوں کو الگ الگ قرار دیا۔ روایاتِ معراج میں تفصیلاتِ اجزا میں پائے جانے والے افتراق سے بھی یہ مغالطہ کتبِ سیرۃ و تاریخ میں آگیا کہ معراج متعدد بار ہوئی ہے۔

- **معراج: جسمانی یا روحانی**

اسراء و معراج میں جہاں دیگر گئی طرز کا کلام ہے وہیں متکلمین کے ہاں یہ بحث بھی چھڑ گئی کہ آیا اسراء و معراج کا یہ سفر جسمانی تھا یا روحانی۔ گو کہ یہ بحث بے سود ہے مگر ایک بڑا طبقہ اب بھی معراج کو فقط خواب تسلیم کرتا ہے۔ اس قول کی طرف جھکاؤ سے ہی رویتِ باری تعالیٰ کی بحث چھڑتی ہے جس کا ذکر فصلِ آمدہ میں ہو گا۔ اگر معجزاتِ نبی ﷺ پر

19- علامہ شبلی نعمانی (م 1914ء)، **سیرت النبی ﷺ** (لاہور: ادارۂ اسلامیات، اشاعت اول 2002ء)، 226:3۔

20- محسن فارانی، نفس مرجع 39:4۔

عاقلانہ نگاہ ڈالی جائے تو اسراء و معراج بھی ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر یہ جسمانی نہیں تو پھر یہ معجزہ نہ ہوا۔ مان لیا جائے کہ اسراء و معراج روحانی تھا تو ہمیں عظیم معجزے سے انکار کرنا پڑے گا۔ بہر حال یہاں اختلاف کی وضاحت مقصود ہے۔ اس حوالے سے تین مختلف اقوال ملتے ہیں۔

۱۔ حالتِ بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ اسراء و معراج ہوا۔

۲۔ اسراء حالاتِ بیداری میں ہوا اور معراج روح کے ساتھ ہوئی۔

۳۔ اسراء و معراج خواب میں ہوا۔

تینوں اقوالِ مختلفہ کے دلائل بھی موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ صحیح دلیل کیا ہے، پہلا قول جو کہ جمہور کے مطابق درست ہے کہ اسراء و معراج بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ ہوا ہے۔ اس کے لیے قرآنِ مجید نے لفظ "بعبدہ" استعمال کیا۔ یہ دلیل قاضی عیاض مالکیؒ کی ہے جس کا تذکرہ "معراج کے حوالے سے قاضی عیاض مالکیؒ کا مذہب" میں آئے گا۔ دوسرے قول کے حامل حضرات نے سورۂ اسراء کی پہلی آیت سے مجالِ انکار ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اسراء کو تو جسمانی کہہ دیا مگر معراج، جس کا ذکر احادیث میں ہے، اسے روحانی قرار دے دیا۔ جہاں تک تیسرا قول ہے، اس متعلق دو اہم دلائل دیے جاتے ہیں۔ وہ دلائل کس حد تک لائقِ اعتنا ہیں، یہ بات قاری پہ منحصر ہے۔ پہلی دلیل بخاری شریف کی روایت میں آنے والے الفاظ " وَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ"[21] ہے کہ پھر رسولِ کریم ﷺ بیدار ہو گئے جبکہ آپ ﷺ مسجدِ حرام میں تھے۔ دوسرا حوالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جانب منسوب ہے کہ معراج روحانی تھی نہ کہ جسمانی اس لیے کہ آپ ﷺ کا وجودِ پاک کبھی غائب نہیں پایا گیا۔ **اللولو المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا** میں تو اس قول کو سرے سے ہی قابلِ قبول نہیں سمجھا گیا کہ یہ قول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صحیح سند سے ثابت ہی نہیں ہے۔ حافظ ابو الخطاب بن وجیہ نے تو اسے موضوع قرار دیا ہے۔ شافعیوں کے امام قاضی ابو العباس بن سُریج نے بھی اس کے متعلق کہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ یہ قول صرف صحیح حدیث

21- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (م194ھ)، الجامع الصحیح، ت محمد زھیر بن ناصر الناصر (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب التوحید، باب قوله وكلم الله موسى تكليما، 9:151، رقم 7517۔

کو رد کرنے کے لیے گھڑا گیا ہے۔[22] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ حضرت امیر معاویہؓ سے بھی یہی روایت کی جاتی ہے کہ معراج روحانی تھی۔ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ کی روایت میں آتا ہے:

"سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ سے جب رسول ﷺ کے اسراء و معراج کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے تھے وہ اللہ کی طرف سے ایک سچا "رؤیا" تھا"۔[23]

یہ روایت بھی محض قول ہے جو کہ ثابت ہی نہیں۔ اس لیے کہ یعقوب بن عتبہ نے حضرت امیر معاویہؓ کا دور پایا ہی نہیں۔ حضرتِ معاویہؓ کی وفات ۶۰ھ میں ہو گئی تھی جبکہ یعقوب کی وفات ۱۲۸ھ کو ہوئی۔ ۶۸ سال کا یہ درمیانی عرصہ اس قول کے من گھڑت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اگر قرآنِ مجید کی طرف رجوع کیا جائے تو امیر معاویہؓ کی طرف منسوب اس قول کا حوالہ قرآنِ پاک میں ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ کی صورت میں ملتا ہے کہ (ہم نے جو رؤیا تجھ کو دکھایا، اس کو ہم نے لوگوں کے لیے صرف آزمائش بنایا ہے۔)[24] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آیتِ کریمہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ "رؤیا" سے مراد مشاہدۂ چشم ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج خواب نہ تھا بلکہ آنکھوں کا مشاہدہ تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

"عبداللہ بن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ اور جو خواب ہم نے دکھایا اس سے مقصد فقط لوگوں کا امتحان تھا۔ فرمایا کہ اس میں رؤیا سے آنکھ سے دیکھنا ہی مراد ہے۔ جو رسول ﷺ کو معراج کی رات میں دکھایا گیا تھا۔ جس میں آپ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا تھا"۔[25]

حضرت ابنِ عباسؓ نے رؤیا کا معنی خواب نہیں بلکہ دکھاوا مراد لیا ہے۔ یعنی مشاہدۂ چشم۔ قواعدِ عربی کے سمجھنے میں ان سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ جب حضرات کا عقیدہ و ایمان یہ ہے کہ معراج فقط خواب تھا تو ان کے تنقیہ کے لیے یہ حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ **صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل** اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں، جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ

22- محسن فارانی، نفس مرجع 39۔

23- نفس مرجع۔

24- القرآن، 60:17۔

25- بخاری، نفس مصدر، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، 54:5، رقم: 3888۔

ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ صحیحین کی دو روایتوں کے سوا باقی روایتوں میں خواب کا مطلق ذکر نہیں۔ چنانچہ **صحیح بخاری و مسلم** اور **مسند احمد بن حنبل** میں حضرت ابو ذرؓ کی جو صحیح ترین روایت ہے اور حضرت انسؓ کی وہ روایت جو ثابت البنانی کے ذریعے سے ہے، خواب کے ذکر سے قطعاً خالی ہے۔ اس لیے اسے محاورۂ عام کے مطابق بیداری کی حالت میں سمجھنا قطعی ہے۔[26]

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب روایت میں غرابت پائی جاتی ہے کہ ابنِ اسحاق نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ضاندان کے کسی فرد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں کہ حضرتِ محمد ﷺ کا جسم نہیں کھویا گیا بلکہ آپ ﷺ کی روح شب کو لیجائی گئی۔ اس روایت میں اس شخص کا نام درج ہی نہیں، اس لیے اس روایت پر اعتبار ممکن نہیں۔ دوسرا یہ کہ معراج کا واقعہ جب پیش آیا تو حضرتِ عائشہؓ کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ واقعہ معراج، ہجرت سے قبل پیش آیا جبکہ حضرتِ عائشہؓ کی رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔ لہٰذا یہ قول صادق نہیں آتا۔ ان دو معتبر شخصیات کے اقوال کی وضاحت ہو جانے کے بعد یہ نتیجہ بالکل عیاں ہے کہ معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی ہے۔

- **رویتِ باری تعالیٰ**

واقعۂ معراج میں جس اختلاف نے سب سے زیادہ سر اٹھایا وہ دیدارِ حق کے حوالے سے تھا۔ اس کے متعلق دو طرح کی آراء ملتی ہیں، جس طرح روحانی و جسمانی مناقشے میں ایک طرف ابنِ عباسؓ اور دوسری جانب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے، اسی طرح یہاں بھی حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کو بنیاد بنا کر شارحین و مفسرین نے یہ کہہ دیا ہے کہ انسان کی آنکھیں دیدارِ الٰہی کے قابل نہیں ہیں۔ لہٰذا معراج میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ دوسری جانب بہتیری دلیلیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ کا قول نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس مسئلے کا حل بھی ساتھ ساتھ نکلتا رہے۔ **صحیح بخاری** کی روایت ہے:

> "ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے وکیع نے، ان سے اسمٰعیل بن ابی خالد نے، ان سے عامر نے اور ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں عائشہؓ سے پوچھا: اے ایمان والوں کی ماں! کیا محمد ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ عائشہؓ نے کہا: تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیا تم ان تین

26- نعمانی، نفس مرجع 240:3۔

باتوں سے ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے شبِ معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر انھوں نے آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (القرآن6:103)سے لے کر ﴿مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ (القرآن42:51)تک تلاوت کی"۔[27]

واضح رہے کہ **بخاری شریف** کی روایت حدیث نہیں بلکہ ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے اس معاملے میں نقل کیا کہ آپ ﷺ نے معراج میں خدائے تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے حضرتِ عائشہؓ کے قول کی تصدیق کی ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ چشمِ قلب سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ اگر اس فیصلے کا منطقی تجزیہ کیا جائے تو دل کی آنکھوں سے دیکھنے کا کوئی بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ شبلی نے حافظ ابنِ کثیر کے اس بیانیے کو اپنے لیے سہارا بنایا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی حضرتِ عائشہؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی تفسیر کا مخالف نہیں۔[28] جس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ قول حضرتِ عائشہؓ کی طرف سے نقل ہے اس آیت پر غور کیا جائے تو ترکیب "لَا تُدْرِكُهُ" کے معنی بنتے ہیں احاطہ یا ادراک نہیں کر سکتیں "الابصار" آنکھیں۔ اگر دیکھنا اور ادراک یا احاطہ کرنے لَا تُدْرِكُ اور لَا تُبْصِرِ میں کوئی واضح فرق موجود نہیں تو یہ بحث یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر احاطہ کرنے اور دیکھنے میں معنوی فرق موجود ہے تو قرآنِ مجید کے لفظ "لَا تُدْرِكُهُ" کے اصل معنوں کو بنیاد بنا کر اس تفسیر پر کلام ممکن ہے اور اس قول کے متضاد آراء کا جاننا بھی لازم ہے۔

آیتِ مذکورہ سے ہٹ کر ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾[29] کی تفسیر میں بھی ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کی پیروی والے حضرات کے نے آیات میں موجود ضمائر کو حضرتِ جبرائیل کی طرف منسوب کیا کہ دوسری بار آپ ﷺ نے جبرائیل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ دوسری طرف ابنِ عباسؓ کے قول کی پیروی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ یہ قرب ذاتِ باری تعالیٰ کا نصیب ہوا اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر اور حافظ ابنِ حجر نے دونوں روایات کو جمع و تطبیق کی شکل دیتے ہوئے کہا ہے کہ جہاں ابنِ عباسؓ نے دیدارِ الٰہی کا اثبات بیان کیا ہے۔ ان روایات پر بذریعہ دل دیکھنے کی قید

27- بخاری، نفس مصدر، کتاب سورۃ والنجم باب حدثنا یحیٰی، 6:140، رقم 55 48۔

28- نعمانی، نفس مرجع 3:239۔

29- القرآن، 53:8-9۔

ہے۔ جس نے آنکھ سے دیکھنے کی بات کی اس نے انوکھی بات کی ہے۔ ابنِ حجر کے مطابق اس طرح دونوں روایتوں میں جمع و تطبیق ممکن ہے کہ ابنِ عباسؓ کی روایت کے مطابق دل سے دیکھنے کے معنی قبول کیے جائیں اور حضرتِ عائشہؓ نے جس دیدار کی نفی کی ہے اسے آنکھوں سے دیدار مان لیا جائے۔ بات پھر وہی رہتی ہے کہ معراج میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار ظاہری آنکھوں سے نہیں کیا۔ اس پر فیصلہ صادر کرتے ہوئے مولفین اللولو المکنون نے کہا ہے کہ اس جمع و تطبیق سے تمام صحابہ کرام کا موقف یکساں ہوتا ہے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اللہ کا دیدار نہیں کیا۔ قرآنِ مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کی تصریحات سے بس یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہی صحیح ہے۔[30]

دوسری جانب حضرتِ ابنِ عباسؓ کی روایت کے حقیقی معنوں پر اعتبار کرنے والوں میں بھی صاحبِ اعتبار حضرات نے اپنے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ ابنِ عساکر و خطیب بغدادی، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: شبِ اسراء میں مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔[31] روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان آیتوں سے مراد اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ جبرائیلؑ۔ **تفسیر روح المعانی** میں امام حسن بصری کے حوالے سے نقل ہوا ہے کہ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾[32] میں ضمیر منسوب سے مراد اللہ کی ذاتِ اقدس ہے۔ ابنِ مردویہ حضرت اسماء بنتِ ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! حضور نے اس (سدرۃ المنتہیٰ) کے پاس کیا دیکھا؟ فرمایا: مجھے اس کے پاس رب کا دیدار ہوا۔ ﴿عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ﴾[33] اسی تواتر سے اگلی آیتِ کریمہ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾[34] آتی ہے کہ (دیدارِ حق میں آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔) **تفسیرِ عثمانی** میں حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت پر جو استدلال کیا گیا ہے وہ ابنِ حجر اور ابنِ کثیر کے استدلال سے بڑھ کر منطقیت کا حامل ہے۔ شیخ القران شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ

30- محسن فارانی، نفس مرجع 75:4

31- محمد ہاشم خان العطاری، **معراج النبی ﷺ اور معاملات و نظریات** (لاہور: مکتبہ صدر الشریعہ، 2013ء)، 51-49۔

32- القرآن، 13:53۔

33- القرآن، 14:53۔

34- القرآن، 17:53۔

رویت صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب و بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا۔ جیسا کہ مازاغ البصر سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے ابنِ عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا:

انَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ: مُرَّةً بِبَصَرِهِ، وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ [35]

یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب ہوا کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ یعنی دل سے بھی اور آنکھ سے بھی۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رویت وہ نہیں جس کی نفی لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ میں کی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے۔ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ علاوہ برایں ابنِ عباسؓ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ دعوائے رویت آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کے مخالف ہے تو فرمایا

وَيْحَكَ ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ [36]

معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رویت رب بالجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجے کی رویت مومنوں کو آخرت میں حاصل ہو گی۔ جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی۔ جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجے کی رویت سیدنا محمد ﷺ کو شب معراج میں ابنِ عباس کی روایت کے موافق میسر ہوئی۔ اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز انہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حضرتِ عائشہؓ اور ابنِ عباسؓ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔[37]

تفسیرِ عثمانی میں موجود اسی حقیقت کو توثیق دینے کے لیے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کا یہ قوم بھی نقل کر دینا ضروری ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔[38] یہ

35- ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (م ۳۶۰ھ)، **المعجم الأوسط**، محققین طارق بن عوض اللہ و عبد المحسن بن ابراہیم، (قاہرہ: دار الحرمین، 1995ء)6:50، رقم: 5761۔

36- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م 279ھ) **السنن** تحقیق بشار عواد (بیروت، دار الغرب الإسلامی، ۱۹۹۶ء) کتاب ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ومن سورة النجم، 5:316، رقم: 3279۔

37- شبیر احمد عثمانی (م 1949ء)، **تفسیرِ عثمانی** (کراچی: دار الاشاعت، 2007ء)، 3:572۔

38- مبارکپوری، نفس مرجع، 196۔

صحیح ہے کہ مبارکپوریؒ رویت پر فیصلہ نہ کر سکے مگر قاب قوسین سے انھوں نے مراد جبرائیلؑ نہیں بلکہ خداوندِ قدوس لیا ہے۔ **قصص الانبیاء** کے مصنف مفتیِ اعظم محمد شفیع الرحمٰن کہتے ہیں:

> "جبرائیل امین وہیں (سدرۃ المنتہیٰ) ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجے سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کو خدا جلّ علا کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں ہوئی بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور تمام محققین صحابہ اور ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑے اور خداوندِ عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا"۔[39]

راقم بھی اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے شرف بخشا، کیونکہ معراج کا واقعہ معجزۂ نبی ﷺ ہے۔ اگر قلبی دیدار پر ہی اکتفا کر لیا جائے تو معجزے کی خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ قلبی دیدار کسی بھی نبی کے لیے ممکن ہے اور ایسا مفسرین کے ہاں ثابت بھی ہے۔ اگر بنا دیدار کے فقط وحی ہی نازل کرنی تھی تو آسمان پر لے جانے کی وجہ کوئی بھی باقی نہیں بچی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قاضی عیاض مالکیؒ کی تحقیق مذکورہ تمام تعارضات پر کیا دلائل پیش کرتی ہے۔

واقعہ معراج اور قاضی عیاض مالکی کا مذہب

قاضی عیاض مالکیؒ نے کتاب الشفا میں واقعۂ معراج کے متعلق اپنے راسخ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اول تو یہ کہ آپ اسراء و معراج کے تعدد کے قائل نہیں۔ ان کے مطابق سفر معراج ایک ہی بار ہوا ہے۔ دوسرا آپ نے معراج کی سن میں ایک سال والی روایت کو مقدم جانا ہے۔ **سیرت النبی ﷺ** از علامہ شبلی و سلیمان ندوی میں قاضی عیاضؒ کے متعلق پانچ سال قبل والا بیانیہ درست نہیں۔ واقعہ معراج کے بیان کرنے میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کو مقدم جانا ہے۔ جہاں تک شقِ صدر کی بات ہے تو اس اختلاف پر معمولی بحث کرنے کے بعد حضرتِ انس بن مالکؓ کی روایت کی پیروی میں یہ قبول کرتے ہیں کہ سفر اسراء سے قبل آپ ﷺ کے سینۂ اقدس کو چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کے دل میں ایمان و حکمت سے بھرا طشت انڈیل دیا گیا۔[40]

39- محمد شفیع الرحمٰن، **قصص الانبیاء** (ملتان: ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ 1434ھ)، 738۔

40- شاہجہان پوری (مترجم)، نفس مرجع، 273۔

جہاں تک معراج کے روحانی اور جسمانی ہونے کا تعلق ہے تو قاضی عیاض مالکیؒ اس بارے میں نقل کرتے ہیں کہ سلف اور مسلمانوں کی بڑی بڑی ہستیاں اس جانب گئی ہیں کہ معراج جسم کے ساتھ بیداری میں ہوئی اور یہ قول حق ہے اور یہی ابنِ عباس، جابر، انس، حذیفہ، عمرو، ابوہریرہ، مالک بن صعصعہ، ابو حبہ بدری، ابنِ مسود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابنِ شہاب، ابنِ زید، حسن بصری، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ اور ابن جریر جیسے حضرات (صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ) کا قول ہے۔ اس پر مزید بروحِ عبدہٖ اور عبدہٖ میں فرق واضح کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اگر فقط روح کی معراج ہو تو اول الذکر کلمہ آتا جبکہ جسم اور روح کا مرکب "عبد" بنتا ہے۔ اس لیے آیتِ کریمہ میں بعبدہٖ آیا ہے۔ اور یہ خواب کی بات ہوتی تو ما زاغ البصر میں نہ کوئی نشانی تھی نہ معجزہ۔ اسی طرح کفار بھی انکار نہ کرتے کہ خواب محض خواب ہی ہوتا ہے۔ کفار کا اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جان گئے تھے کہ نبی کریم ﷺ جسمانی اور بیداری معراج سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے جسمانی معراج پر کئی ایک روایات نقل کی ہیں۔ جن سے یہ تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

رویت باری تعالیٰ میں جو اختلاف سلف سے چلا آ رہا ہے جس پر بین السطور سیر حاصل بحث گزر چکی ہے۔ اس متعلق قاضی عیاض مالکیؒ نے کتاب الشفا میں انتہائی تیقن اور راسخ خیالی کا ثبوت دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ رویت ہوئی ہے اور ایسا ہونا عقلاً جائز ہے۔ کئی ایک روایات نقل کی گئی ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ مروان نے ابوہریرہ سے پوچھا: محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ جواب دیا: ہاں۔ اسی طرح ابنِ عباسؓ کا قول درست جانا ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا وہ آنکھ کا دیکھنا ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے رویتِ باری تعالیٰ پر یوں استدلال کیا ہے کہ یہ بات صریح حق ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ نہیں کہ رویتِ باری تعالیٰ دنیا میں عقلاً جائز ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہے جسے محال کہا جا سکے۔ اس کے دنیا میں جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کیا تھا۔ یہ بات قطعاً محال ہے کہ ایک نبی اس بات سے بے خبر رہے کہ اللہ تعالیٰ سے کس چیز کا سوال کرنا جائز ہے اور کس چیز کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ فیصلہ اس روایت پر ہو جاتا ہے کہ ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعریؒ (المتوفیٰ ۹۳۲ء) اور اس کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ سرورِ کون و مکاں ﷺ نے سر

کی آنکھوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے اور کہا ہے کہ جتنے معجزے جملہ انبیا کرام کو عطا فرمائے وہ سب نبیِ کریم ﷺ کو مرحمت فرمائے گئے اور رویت کی فضیلت کے ساتھ آپ ﷺ کو دیگر انبیا سے مخصوص فرمایا گیا۔[41]

کتاب الشفا میں بیان شدہ واقعۂ معراج انتہائی منطقی اور استدلالی ہے۔ مصنف نے کہیں بھی ذاتی رائے کو فیصلہ نہیں بنایا اور حق تو یہ ہے کہ ثقہ راویوں کو حوالہ بنا کر اشکالات و ابہامات کو قاری کے دل و دماغ میں سہل و واضح کر کے اتار دیا ہے۔ محقق کی تحقیق اس پائے کی ہے کہ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے کسی بھی مسئلے میں کتاب الشفا سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ پوری کتاب اردو ترجمے کے ساتھ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ترجمے کی صورت میں راقم کی نظروں سے گزری ہے۔ جس طرح واقعۂ معراج میں محقق نے معروضی حقائق بیان کیے ہیں اسی طرح سیرت کے ہر پہلو پر معروضی بیانیے دے کر ملتِ اسلامیہ کے تصورات و عقائد کو تقویت بخشی ہے۔

خلاصہ بحث

حاصلِ بحث یہ کہ معراج نبیِ پاک ﷺ کا معجزہ ہے اور معجزے کی تعریف میں آتا ہے کہ وہ عمل جو نبی یا رسول کی ذات سے وقوع پذیر ہو اور فطرت میں ایسا عمل ممکن نہ ہو۔ اس حوالے سے معراج جو کہ بظاہر مافوق الفطرت واقعہ ہے اور لامکانی سفر ہے۔ یہ رسولِ خدا ﷺ کا معجزہ ہے۔ اس سفر کا مقصد حقائق کا مشاہدہ ہے۔ جس میں نبیِ کریم ﷺ ثابت قدم رہے۔ واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ مہینے کا فیصلہ تاحال نہیں ہو سکا۔ آپ ﷺ نے جسم اور روح دونوں سے سفر کیا اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے آپ ﷺ کے سر شرف و فضیلت کی دستار باندھی۔ معروضی دلائل کتاب الشفا میں پائے گئے جن پر راقم نے اپنی آراء پیش کیں۔

41- نفس مصدر، 275۔

Bibliography

1. Al-Qur'ān.
2. Abū al-Qāsim Sulaymān ibn Aḥmad al-Ṭabarānī (360H), *Al-Muʿjam al-Awsaṭ, Muḥaqqiqīn Ṭāriq ibn ʿAwad Allāh wa ʿAbd al-Muḥsin ibn Ibrāhīm,* (Qāhirah, Dār al-Ḥaramayn, 1995 CE).
3. Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ibrāhīm al-Bukhārī (194H), *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, ed. Muḥammad Zuhayr ibn Nāṣir al-Nāṣir (Bayrūt, Dār Ṭawq al-Nijāh, 1422H).
4. 4. Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī (d. 279H), *Al-Jāmiʿ al-Kabīr* (Sunan al-Tirmidhī), Tahqīq Bashār ʿAwwād (Bayrūt, Dār al-Gharb al-Islāmī, 1996 CE).
5. Muḥsin Fārānī and group, *Al-Luʾluʾ al-Maknūn Sīrat Insāʾīklopīḍiyā* (Al-Riyāḍ: Maktabat Dār al-Salām, 1433H).
6. Dr. Ghulām Muṣṭafā Khān, *Iqbāl aur Qurʾān* (Lāhaur: Iqbāl Academy Pakistan, Ṭabʿa Chārūm 1998 CE).
7. ʿAllāmah Shabbīr Nuʿmānī (1914), *Sīrat al-Nabī ﷺ* (Lāhaur: Idārah-yi Islāmiyyāt, Ashāʿat Ūl 2002 CE).
8. ʿAllāmah Shibīr Aḥmad ʿUthmānī (1949 CE), *Tafsīr-e ʿUthmānī* (Karāchī: Dār al-Ishāʿat, 2007 CE).
9. Mufti Muḥammad Shafīʿ al-Raḥmān, *Qaṣaṣ al-Anbiyāʾ* (Multān: Idārah-yi Tālīfāt-i Ashrafīyah, 1434H).
10. Mufti Muḥammad Hāshim Khān al-ʿAṭṭārī, *Miʿrāj al-Nabī ﷺ aur Maʿāmilāt wa Naẓriyāt* (Lāhaur: Maktabah Ṣadr al-Sharīʿah, 2013).
11. Mawlānā Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm* (Lāhaur: Al-Maktabah al-Salafīyah, Year N/A).
12. Qāḍī ʿAyyāḍ Mālikī (544H), *Kitāb al-Shifāʾ bi Taʿrīf Ḥuqūq Muṣṭafā ﷺ*, Translator: Mawlānā ʿAbd al-Ḥakīm Akhtar Shāhjihān Pūrī (1993 CE) (Lāhaur: Maktabah Nabawīyah, 1997).
13. Mawlānā Waḥīd al-Zamān Qāsimī, *Al-Qāmūs al-Jadīd* (Lāhaur: Idārat al-Islāmiyyāt, June 2001 CE)
14. Mawlānā ʿAbd al-Ḥakīm Akhtar Shāhjihān Pūrī (translator), *Kitāb al-Shifāʾ* by Qāḍī ʿAyyāḍ Mālikī Andalusī (Lāhaur: Maktabah Nabawīyah, 1997 CE) 15. Al-Luʾluʾ al-Maknūn Sīrat Insāʾīklopīḍiyā, Volume Four (al-Riyāḍ: Maktabat Dār al-Salām, Year N/A).